بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

النبی الامی ﷺ

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد
23 - 2 - 75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد - اے پی

﴾ بہ نگاہ کرم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین امام المتکلمین محدث کبیر مفتی اعظم
شہزادۂ حضور غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴿

نام کتاب : النبی الامی ﷺ
تصنیف : حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے (☆☆☆☆☆☆) ملیں
سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی
ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)
اشاعت اُول : جنوری ۲۰۰۵
تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)
قیمت: 20 روپیئے

ملنے کا پتہ : مکتبہ انوار المصطفٰے

23-2-75/6 مغلپورہ ۔ حیدرآباد (دکن)

Maktaba Anwarul Mustafa
Moghal Pura, Hyderabad - A.P.
Ph:9848576230/55712032/24477234

☆ مکتبہ اہل سنت و جماعت عقب مسجد چوک حیدرآباد
☆ مکتبہ عظیمیہ پنچ محلّہ نیو بس اسٹانڈ چارمینار

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	بعثت النبی ﷺ	۵
۲	رسول کے معنیٰ	۵
۳	نبی کی تشریح	۸
۴	لفظ اُمّی کی تحقیق	۱۲
۵	ساری مخلوق اور سارے عالم کے رسول	۱۵
۶	قرآن کا تصورِ علم اور تصورِ جہالت	۱۶
۷	النبی الامی	۱۶
۸	حضور ﷺ کی رسالت کے فرائض	۱۸
۹	قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت	۲۰
۱۰	بعض احکامِ حدیث‘ قرآن کی طرح واجب العمل ہیں	۲۴
۱۱	نبی کا کام کیا ہے؟	۲۴
۱۲	رسول نے علم کس سے حاصل کیا؟	۲۴
۱۳	نور محمدی ﷺ	۲۵
۱۴	علمِ مصطفیٰ ﷺ	۲۷
۱۵	رسول کا مشن حکومت قائم کرنا نہیں	۲۸
۱۶	بُروں سے محبت اور بُرائی سے نفرت	۳۱

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

حضور ﷺ کی صاحبزادیاں : قصرِ شیعیت کی بنیادوں کو ڈھانے والی کتاب

حضور نبی کریم ﷺ کی تین صاحبزادیوں کی شان میں بکواس کرنا اور تہمت لگانا ان بدمذہبوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ روافض قطعاً محبانِ اہلبیت نہیں ہیں بلکہ وہ گستاخانِ اہلبیت ہیں۔ بدمذہب روافض کا باطل عقیدہ (تحریف قرآن) یہ ہے کہ سیدہ زینب' سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں ہیں بلکہ منہ بولی اور صرف منسوب صاحبزادیاں ہیں۔ روافض صرف سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو حضور نبی کریم ﷺ کی اکلوتی صاحبزادی مانتے ہیں۔ اس کتاب میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں مدلل و منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن

ازواج مطہرات کی سب سے بڑی فضلیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حضور ﷺ کی بیبیاں فرمایا' ازواج النبی ﷺ اور آپ کی اولادِ پاک کی شانِ رفیع میں آیت تطہیر نازل فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے گھروں کو مہبط وحی الٰہی اور حکمت ربانی کا گہوارہ قرار دیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مکان کی عزت و تکریم مکین سے ہوتی ہے۔ دنیا کا بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو اپنی عظیم ترین ماؤں کے بارے میں اپنی ناپاک زبان دراز کرے۔ امہات المؤمنین کا انکار یا اُن کی شان عالی مرتبت میں بکواس کرنا دراصل اس بات کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ مومنین کی بلند مرتبہ ماؤں سے اُن کا کوئی ایمانی، قلبی اور رسمی رشتہ نہیں ہے۔ امہات المؤمنین کی سیرت پر نہایت ہی جامع' مدلل اور تحقیقی کتاب' جس میں بدمذہب عناصر اور مستشرقین کے تمام بیہودہ اعتراضات کا علمی انداز میں منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔۔ کتاب دینی جامعات میں داخلِ نصاب ہے۔

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع' ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب' عبادت و استعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح ۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں' سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شِرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

بعثت النبی الامی ﷺ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ سید الأنبیآء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین . أما بعدُ فقد قال الله تعالیٰ فی القرآن الکریم

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴾ (الجمعۃ/ ۲)

اللہ وہ ہے جس نے اُمیین (ان پڑھ، جاہل لوگوں) میں اپنے رسول کو مبعوث فرمایا (انھیں میں سے) جو پڑھ کر سُناتا ہے انھیں اُس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے (اُن کے دِلوں کو) اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا اَیَّدَهٗ بِاَیِّدِهٖ اَیِّدِنَا بِاَحْمَدًا
اَرْسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَهٗ مُمَجَّدَا صَلُّوْا عَلَیْهِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْهِ سَرْمَدًا

نہ تخت و تاج و سیم و گہر کی بات کرو جو خیر چاہو تو خیر البشر کی بات کرو
حجر کے روپ میں یاقوت کو حجر نہ کہو بشر کے بھیس میں **لاکالبشر** کی بات کرو
سمجھ سکیں نہ جو اسرارِ **ایکم مثلی** وہ کم نظر ہیں کسی دیدہ ور کی بات کرو
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

☆☆☆☆☆☆

رسُول : رسول کے معنٰی ہیں پیغام رساں اور فیضان رساں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بی بی مریم سے کہا تھا **﴿اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لاهب لكِ غُلٰماً زَكِیاً﴾** میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تاکہ تم کو ستھرا بیٹا دوں۔۔۔ دیکھو رسالت کے ساتھ بیٹا دینے کا ذکر ہوا۔ معلوم ہوا کہ رسول صرف پیغام رسان کو نہیں کہتے۔ رسول وہ ہے جو پیغام رساں

بھی ہو اور فیضان رساں بھی۔ بے اختیار پیغام و فیضان دینا رسالت جبریل ہے اور با اختیار مختار ہو کر پیغام و فیضان دینا رسالت محمدی ہے۔ غرض کہ رسول کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے لینے کی، اور مخلوق سے نسبت ہے دینے کی، رب تعالیٰ سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں۔ اُن کا دستِ سوال رب تعالیٰ کی طرف ہے اور دستِ عطا و نوال مخلوق کی طرف ہے۔ خالق و مخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہوتے ہیں کہ اگر اُن کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو خالق و مخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے۔

حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہ رب العزت میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں۔ جو کہے کہ ہم خود رب تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، وہ دَر پردہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا منکر ہے۔ اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ غنی ہو کر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا، تو ہم محتاج اور ضعیف ہو کر رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں؟

حضور ﷺ کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور ﷺ نے سب کو ہمیشہ فیض دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے معنی قاصد اور پیغام لے جانے والا۔۔ مگر یہ صرف رسول کے لغوی معنیٰ ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ اور منتخب پیغام بَر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی کتاب و شریعت کے ساتھ ہدایت کے لئے دُنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ مرتبہ رسالت وہ باعظمت و بلند مقام ہے کہ انسانیت کے لئے اس سے بلند و بالا مقام ممکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُوْلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۚ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کو چُن لیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ سننے والا بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔ رسول وہی ہوتا ہے جس کو اللہ عالم الغیب والشہادۃ تمام

فرشتوں یا تمام انسانوں میں سے چُن کر منصب رسالت کے لئے انتخاب فرما لیتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَه‘﴾ یعنی منصب رسالت کے قابل کون ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق تمام ملائکہ یا تمام انسانوں میں سے اُن ہستیوں کو جو منصب رسالت کے قابل ہیں چُن چُن کر اپنی رسالت کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خلاّقِ عالم ہے، جو عالم الغیب والشہادہ ہے، جو ساری دُنیا کا سمیع وبصیر، جو سارے جہان کا علیم وخبیر ہے۔ جب وہ اپنے علم وقدرت وارادہ کے مطابق تمام انسانوں میں سے عہدہ نبوت ورسالت اور اپنی خلافت ونیابت کے لئے جس برگزیدہ ومعظم کو چُنے گا تو وہ کتنا بلند درجہ، اور کس قدر عظیم المرتبت اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا باکمال بلکہ سراپا کمال شخص ہوگا۔ رسول جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور چُنا ہوا ہوتا ہے تو یقیناً تمام نقائص وعیوب سے پاک ہو اور اس میں کمال ہی کمال ہو۔ یہ تو عام رسولوں کی شان ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِه مَنْ يَّشَآءُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان چُنے ہوئے رسولوں میں سے پھر جس کو چاہتا ہے خاص طور سے چُن لیتا ہے۔ اس رسول سے ایک خاص الخاص رسول مراد ہے اور وہ وہی رسول ہیں جو سب رسولوں میں سے خاص طور پر چُنے ہوئے رسول ہیں یعنی گلشنِ رسالت کے سب سے حسین پھول، رسُول مقبول، ہادی السُّبل، سید الرسل، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سرورِ انبیاء، محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کے جاہ وجلال، ان کے فضل وکمال، اُن کے حُسن و جمال کا کیا عالم ہوگا؟ اور ان کے مراتب جلیلہ وفضائل جمیلہ کی شانِ بے مثالی کی کیا انتہا ہوگی ۔ ۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ، نے کیا خوب فرمایا ہے:

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی   سب سے بالا ووالا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسل   اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھے جسے   ہے اُس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خُدا پر جلوس   ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
مُلک کونین میں انبیاء تاج دار   تاج داروں کا آقا ہمارا نبی

نبی : نبی کے معنٰی ہیں پیغام رساں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان بڑے درجہ والا نبی ہے یعنی نبی نبوۃ سے بنا بمعنٰی بلندی درجات (تفسیر روح المعانی، کبیر) یا نبی نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہو اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ جس طرح اُن کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح اُن کی نبوت بھی بے مثال ہے۔ وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول۔۔ جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی۔۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ دربارِ رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بلند رُتبے ملے۔ سرکارِ دوجہاں نے اپنی شمعِ نبوت کے پروانوں کو دین ودُنیا کی کیسی کیسی نعمتوں، سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرمادیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔ بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرمادیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ مُراد کی مُراد پوری فرمادی۔ کسی کو جنّت بخش دی، کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرمادیا، کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا، کسی کو مال واولاد کی دولت سے مالا مال کردیا، کسی کو عزتِ دارین کا تاج پہنادیا، کسی کو صدیق بنادیا، کسی کو فاروق بنادیا، کسی کو غنی کردیا، کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔

نبی کا دوسرا ترجمہ ہوا 'خبر دینے والا، خبر دیا ہوا' نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں، نہ وہاں عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه یخبر عن الله تعالی**

یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ﴾ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ ﴿عَمَّا یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِیْمِ﴾ وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں' کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ۔ ۔ اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔ خبر دینے والا' خبر لینے والا' خبر رکھنے والا۔ اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے' اے خبر دینے والے۔ کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔ مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار' ریڈیو' تار' خط ' ٹیلیفون' ٹیلیویژن' نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں' مگر اُن میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہ ہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَرپردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنیٰ کئے جائیں' خبر رکھنے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔ حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے مقتدرِ اعلیٰ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا' یارسول اللہ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔ **سُبْحَانَ اللّٰهِ**۔

کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بے شمار اُمّتی اور ہر اُمّتی کے بے شمار اعمال۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں، تہ خانوں میں، پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عالَم بالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو، اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ، میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں، ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبرئیل کو آنے دو، رب تعالیٰ سے پوچھوالیں گے۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ، جمع تفریق کر کے بتادیں۔ نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو، بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمّتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں۔

عرض کیا، کون؟ فرمایا، عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا، حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر وحضر، جنگل وگھر میں حضور کے ساتھی ہیں۔ فرمایا، اے عائشہ، انھیں کیا پوچھتی ہو، اُن کی ہجرت والی رات غارِ ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔

یہ ہیں معنیٰ اس کے۔ کہ اے خبر رکھنے والے۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دست کرم پھر جائے وہ کُل کی خبر رکھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بیسیوں میل دور نہاوند میں جہاد کررہے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں سے پُکارتے ہیں اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور خبر لے رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی آواز بھی وہاں پہنچا رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ خچر پر جا رہے ہیں۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے دو پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہاں دو قبریں ہیں۔ جن میں عذاب ہو رہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنٰی۔

اور اگر اس کے معنٰی یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے‘ تو مطلب یہ ہوگا کہ اے غریبوں‘ مسکینوں‘ گم ناموں‘ بے خبروں کی خبر لینے والے۔ جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں بے بسوں کے فریاد رس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین بچے چھوٹے لڑکپن میں فوت ہو جائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں قیامت میں اُس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں‘ یا رسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا۔ اُس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔

ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا‘ اُس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔ آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔ جس کا کوئی نہیں‘ اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنٰی خبر لینے والے کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بھولیں گے۔ خبر لینے والے کا نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں۔ علم غیب مصطفٰی ﷺ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اُس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اُس کے دیدار پُر انوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ

سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　جب نہ خُدا ہی چھُپا تم پہ کروروں درود

اُمّی : ’ام‘ اور ’ی‘ نسبتی سے اُمی بنا ہے۔ اُم سے مراد اُم القریٰ (مکہ معظّمہ) ہے اُمی بمعنی مکی ہے مکہ میں پیدا ہونے والے...... یا **امة عـــربية** سے اُم بنا ہے جو لکھنے پڑھنے سے عموماً علحدہ تھے یعنی بے پڑھے لکھے جماعت میں پیدا ہونے والے‘ یا ام بمعنی ماں ہے یعنی شاندار ماں والے کہ سیدہ آمنہ جیسی شان والی بی بی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ماں ہیں ویسی ماں پیدا نہ ہو۔ بے مثال بنی کی بے مثال ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔۔ یا اُمی کے معنے ہیں ماں کے پیٹ سے عالم و عارف پیدا ہونے والے جن کے دامن پر کسی کی شاگردی کسی کی مُریدی کسی سے فیض لینے کا دھبہ نہیں۔

قلم اعلیٰ جن کا خادم ہو‘ لوح محفوظ جس کی کتاب ہو‘ اللہ تعالیٰ کے نوشتہ پر جس کی نظر ہو وہ کس کا شاگرد ہو یا اُم بمعنی اصل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وَعِـنْـدَہٗ اُمُّ الْکِتَاب**﴾ یعنی عالم کی اصلیت والا۔۔

لفظ امی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں **والامی الـذی لایکتب قـال الـزجـاج : الامی الذی علیٰ خلقة الامة لم یتعلم الکتاب فھو علیٰ جبلته وقیل للعرب الامیون لان الکتابة کانت فیھم عزیزة او عدیمة۔** یعنی امی وہ ہے جو لکھ نہ سکے۔

زجاج کہتے ہیں کہ امی اُس کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائش کے وقت کی حالت پر رہے۔ جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اہل عرب کو بھی اُمیین کہا جاتا کیونکہ اُن میں لکھنا نادر بلکہ معدوم تھا۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اُمی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کے عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم و معارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی **إشـاره إلی عظیم قدرته عزوجل وان افاضته العلوم لاتتوقف علی الاسباب العادیة ۔**

اسی کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں اُمّی ولی بھی ہوسکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اس کی روح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوجاتی ہے تو اس کے دل پر انوارِ الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور انہی انوار سے وہ علومِ ربانیہ اور معارفِ لدنّیہ کا ادراک کرسکتا ہے۔ **ومن انقطع الی الله عزوجل وخلصت روحه افيض الی قلبه انوار الٰهية تهيات بها بادراك العلوم الربانية والمعارف اللدنية۔**

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ **لم يحتج اليه من كان القلم الاعلى يخدمه واللوح المحفوظ مصحفه ومنظره۔ وعدم كتابة مع علمه بها معجزة باهرة عليه السلام ۔** یعنی قلمِ اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوحِ محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو نوشت وخواند کی کیا ضرورت ۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ کسی عارف نے لکھا ہے:

ام الکتاب (قرآن شریف) کے فیض نے کیونکہ آپ کی پرورش کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب امی رکھا ہے۔ اگرچہ آپ نے علم سیکھنے کی تختی اپنی بغل میں نہیں پکڑی لیکن لوحِ محفوظ کے تمام رازوں سے خبر دی ہے۔ انس وجن نے حضور ﷺ کے خط پر اپنے سَر رکھ دیئے ہیں۔ اگر ظاہری خط نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہ حضور ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین وآخرین کے علوم ومعارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان **﴿تبيانا لكل شیءٍ﴾** (ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے۔ جامی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ میرے محبوب ﷺ نہ کبھی مکتب میں گئے نہ لکھنا سیکھا، مگر اپنے چشم وابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ **من ادبك يا رسول الله** یعنی یارسول اللہ ﷺ! کس نے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی؟ تو ارشاد فرمایا کہ **ادبنی ربی فاحسن تادیبی** یعنی میری تعلیم وتربیت تو میرے رب نے فرمائی ہے اور بہترین تعلیم وتربیت فرمائی ہے اور

جس کا استاد رب العالمین ہو اسے پھر دُنیا میں کسی اُستاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھا مگر **اعلم الخلق** ہیں ﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ یعنی سارے جہان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاقِ عالم جل جلالہٗ ہو بھلا اُس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

ایسا اُمی کس لئے منتِ کش استاد ہو کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

آپ کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں:

اول: یہ کہ تمام دنیا کو علم وحکمت سکھانے والے حضور ﷺ ہوں اور آپ کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو۔ کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہو‘ تاکہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھا ہوا شاگرد ہے۔

دوم: یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کرسکے کہ فلاں شخص حضور ﷺ کا استاد تھا تو شاید وہ حضور ﷺ سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم: حضور ﷺ کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کرسکے کہ حضور ﷺ چونکہ پڑھے لکھے تھے اس لئے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم: جب حضور ﷺ ساری دنیا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

پنجم: اگر حضور ﷺ کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی‘ حالانکہ حضور ﷺ کو خالقِ کائنات نے اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ کی تعظیم کرے۔ اس لئے اللہ جل شانہٗ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرے اور کوئی اس کا استاد ہو (سیرۃ المصطفیٰ)

ہمارے حضور ﷺ نبی بھی ہیں، رسول بھی ہیں اور امی بھی ہیں ۔۔ مگر امی ہونا صرف ہمارے حضور کی خصوصی صفت ہے یعنی پیدائشی عالم بہ علم لدنی ۔۔۔ حضور ﷺ کا ایمان باللہ درجہ حق الیقین کا ہے ہمارا ایمان باللہ علم الیقین کے درجہ کا ہے ۔ حضور ﷺ کا ایمان بلا واسطہ ہے ہم لوگوں کا ایمان بالواسطہ، حضور ﷺ کا ایمان بالشہادہ ہے ۔ ہم لوگوں کا ایمان بالغیب ۔

☆☆☆☆☆☆

ساری مخلوق اور سارے عاَلم کے رسول :

﴿ **هُوَ الَّـذِیْ بَعَــثَ فِی الْأُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا** ﴾ اللہ وہ ہے جس نے اُمیین (ان پڑھ، جاہل لوگوں) میں اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ۔

میں نے آیت کریمہ کا ترجمہ کیا اور ابھی آپ کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ رسول کی بعثت صرف اہل عرب کے لئے نہیں تھی بلکہ رسول سارے انسانوں کے رسول تھے ﴿**اِنِّــیْ رَسُــوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا**﴾ میں تم سب کا رسول ہوں **بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَآفَّةً** ساری مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ﴿**وَمَـا اَرْسَـلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ** ﴾ اے محبوب ہم نے تم کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ﴿**وَلِلْـعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا** ﴾ رسول سارے عالم کے لئے نذیر بنا کر بھیجے گئے ۔ یہ وہ حقائق ہیں جس پر کسی کو انکار نہیں کہ اللہ کے رسول کی بعثت ساری کائنات کے لئے ہے اور وہ بھی قیامت تک کے لئے ہے ۔ اس عموم کو سامنے رکھ کر آپ اس آیت پر غور کریں کہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ رسول کو جن کی طرف مبعوث کیا گیا وہ سب اُمیّ ہیں جاہل واَن پڑھ ہیں ۔ عرب کو جاہل کہنا آسان نہیں ہے، اُن کی فصاحت و بلاغت، اُن کی شاعرانہ رفعتیں آج بھی سب سے خراج عقیدت حاصل کر رہی ہیں ۔ اُن کی زبان دانی کا یہ عاَلم تھا کہ وہ اپنے سوا سب کو گونگا (عجمی) سمجھتے تھے ۔ ساری کائنات کا جائزہ لو، کیا ساری دُنیا جاہل ہے؟ کیا جالینوس، بوعلی سینا اور یونانی مفکرین جاہل تھے؟ کیا اسلام کے دائرہ سے باہر رہنے والے اُس دور کے تمام عقلاء وحکماء جاہل تھے؟

قرآن کا تصورِ علم اور تصورِ جہالت :

قرآن کے عموم کو ہم سامنے رکھیں تو وہ ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ رسول جن کے پاس آئے وہ سب کے سب جاہل تھے۔ بیشک اُمیین میں وہی ہیں اور اُمیین کا دائرہ اتنا وسیع کردیا گیا ہے۔ رسول تو اول و آخر سب کے رسول ہیں اس میں ماضی و مستقبل کی کوئی تفریق نہیں، پھر ہم افلاطون، بقراط و سقراط، جالینوس و ارسطو کو کیسے جاہل کہدیں...... مگر قرآن تو اس انداز سے گفتگو فرما رہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ پہلے آنیوالے بھی جاہل تھے اور بعد آنیوالے مفکرین بھی جاہل تھے اور جو دُنیا والوں کے سامنے علم والے ہیں وہ سب کے سب جاہل ہیں۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ قرآن ہم کو علم کا ایک نیا تصور دے رہا ہے کہ کسی کے پڑھے لکھے ہونے سے انکار نہیں ہے، کسی کے مفکر ہونے سے انکار نہیں ہے......مگر وہ علم جو خدا کی معرفت نہ کراسکے وہ جہالت ہے، وہ علم جو اپنی معرفت نہ کراسکے وہ جہالت ہے۔ اس حساب سے سقراط وبقراط، ارسطو و جالینوس سب جاہل تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چاندنی رفعتوں کو چھُونے والے، شمس پر قابو پانے والے، مریخ پر کمندیں ڈالنے والے، فضاؤں کو تیر جانے والے، دریا کا کلیجہ چیر جانے والے یہ سب علوم آسان ہیں مگر خدا کی پہچان آسان نہیں ہے وہ علم جہالت ہے جو ساری کائنات کی خبر دے اور خالقِ کائنات سے بے خبر رکھے **اللهم صل علیٰ سيدنا محمد وعلیٰ آل سيدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی عليه** اگر تمہیں صحیح علم ملے گا تو دامنِ رسالت اور بارگاہِ نبوت سے ملے گا۔

النبی الامی : قرآن میں ایک جگہ رسول کے لئے اُمّی کا لفظ آیا ہے اور جن کے لئے رسول کی بعثت ہوئی اُن کے لئے بھی اُمّی کا لفظ آیا ہے۔ رسول کا اُمّی ہونا یہ میرے رسول کا کمال ہے اور دوسروں کا اُمّی ہونا اُن کا نقص و عیب ہے۔ اُمی کے معنٰی ہر جگہ اَن پَڑھ اور جاہل لگا دینا صحیح نہیں۔ اُمّی دو کلمہ سے بنا ہے ایک ہے 'ام' اور 'ی' نسبتی۔

اُمّی کے معنٰی ماں والا، شکم مادر میں جو کیفیت ہو اور اسی کیفیت کے ساتھ جب ظہور ہو تو وہ کیفیت 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں کوئی عالم ہو اور علم لیکر آئے تو اُس کا علم 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں کوئی حافظ قرآن ہو اور حفظ لیکر ظہور پذیر ہو تو اُس کا حفظ 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں کوئی جاہل جہالت لیکر پیدا ہو تو اس کی جہالت 'اُمّی' ہے۔ شکم مادر میں جو نبوت لئے ہوئے ہو اور نبوت کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ نبی الامی ہے یعنی پیدائشی نبی ہے۔ نبوت یہاں آکر نہیں ملی ہے لیکر آیا ہے۔ ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ **متیٰ وجبت لك النبوة** حضور آپ کو خلعتِ نبوۃ سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا **وآدم بین الروح والجسد** مجھے اس وقت شرفِ نبوۃ سے مشرف کیا گیا جب آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح نبی تھی اور نہ جسم (ترمذی) حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔ **کنت نبیا وآدم بین المآء والطین** میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلین طے کررہے تھے **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** میں اس وقت نبی تھا جس وقت آدم علیہ السلام روح وجسد کی منزلیں طے کررہے تھے۔

اب **نبی الامی** کے معنٰی ہوئے پیدائشی نبوت والا، اب میرے نبی کا اُمّی ہونا کمال ہوگیا ...... نبی کو عالم اُمّی نہیں کہا، قاری اُمّی نہیں کہا بلکہ **نبی الامی** کہا۔۔ یہ پیدائشی نبوت والا ہے۔ یہ کیسا ذوق ہے جو توہین وتنقیص والا گوشہ ہے اسی کو اپنایا جائے ! میرے رسول جس شہر (مکہ معظّمہ) میں مبعوث ہوئے اس کا لقب ہے ام القریٰ ...... اس نسبت سے نبی الامی کا مطلب ام القریٰ میں آنے والا نبی۔ میرے رسول پر جو کتاب (قرآن مجید) نازل کی گئی اُس کا لقب ہے ام الکتاب ...... اس نسبت سے نبی الامی کا مطلب ام الکتاب کا لانے والا نبی۔ مکہ معظّمہ کی طرف نسبت کرتے ہیں تو 'مکی' کہتے ہیں

اور اُمت کی طرف نسبت کرتے ہیں تو 'اُمّی' کہتے ہیں۔ نبی اُمّی یعنی اُمت والا نبی۔ واقعی نبی کی جتنی اُمت ہے کسی کی نہیں۔ جنت میں (۱۲۰) صفیں ہوں گی (۸۰) صف صرف اُمت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہوں گی۔

☆☆☆☆☆☆

نبی الامی کے اتنے معنٰی ہو سکتے تھے...... مگر اپنے ترجموں میں اَن پَڑھ نبی' جاہل نبی کا انتخاب کرنا دراصل نبی کریم ﷺ سے بغض وعناد اور توہین وتنقیص کے ذوق کو ظاہر کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے قلبی نہ سہی' رسمی تعلق بھی ہوتا تو ایسا ترجمہ قطعاً اختیار نہیں کرتے تھے۔ (قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی کا مطالعہ کریں)

حضور ﷺ کی رسالت کے فرائض : حضور ﷺ کی رسالت کے فرائض کو اس آیت میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ کا پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات طیبات کو اپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تاکہ وہ دِلوں میں اُترتی چلی جائیں۔ صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دیں۔ اُس کی حکمتوں اور اُس کے اسرار و معارف سے آگاہ بھی کریں۔ صرف تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب وحکمت سے ہی فریضہ رسالت ادا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اپنی نگاہِ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کر دیں۔ رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا اجمل الصلوٰۃ واطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پر نظر ڈالتا ہے جو حضور ﷺ کے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کُھلی گمرائیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ سے ریگزار عرب کے حقیر ذرّے آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے لگے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ﴿ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ ﴾ سے اس استفادے کی طرف اشارہ کیا گیا جو زبانِ قال سے صحابہ کو نصیب ہوا اور ﴿ يُزَكِّيۡهِمۡ ﴾ سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرما دیا جو نبوت کی نگاہِ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا ہے۔ اولیائے کرام

اپنے مریدین پر اسی سنتِ نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے دل اور اُن کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں۔

علامہ آلوسی فیضانِ نگاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں **ومع هٰذا لاانكر بركة كل من الامرين التوجه والرابطة وقد شاهدت ذٰلك من فضل الله عزوجل** مرشدِ کامل کی توجہ اور تعلقِ خاطر کی برکت کا میں انکار نہیں کرتا، اللہ تعالٰی کے فضل سے میں نے خود مشاہدہ کیا ہے (روح المعانی)

بعض یہود نے اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور ﷺ صرف اُمیین یعنی اہل عرب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن یہ استدلال سراسر باطل ہے۔ اگر قرآن کریم میں **الی الامیین** ہوتا تو اُن کے قول میں کچھ وزن ہوتا۔ یہاں تو ﴿**فِى الْأُمِّيّٖن**﴾ کے الفاظ ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت اُمیین میں ہوئی لیکن آپ کی بعثت اُن اُمیین تک محدود نہ تھی جس طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر تصریح کر دی گئی ہے ﴿**كافة للناس بشيرا ونذيرا ۔ وما ارسلنٰك الا حمة للعٰلمين**﴾ ۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں **المذكور فى الاٰية قومه** ﷺ **وجنس الذين بعث فيهم واما المبعوث اليهم لم يتعرض له فيها نفيا او اثباتا وقد تعرض لاثباته فى آيات اُخر۔** (روح المعانی)

حضور ﷺ سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے لئے ایک مقررہ وقت تک مُرشِد و رہبر بنکر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین وآخرین جس رہبر آعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اُس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اُس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالم گیر ہے اسی طرح اُس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص و عام، ہر فقیر و امیر، ہر عربی و عجمی، ہر رومی و حبشی کے لئے وہ مرشد بن کر آیا۔۔ اسی لئے اس بات کا اعلان اُس کی زبان حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اے اولاد آدم ۔۔ میں تم سب کے لئے اپنے زمین وآسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں ۔ اب تمھارے لئے ہدایت اور فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر

تمھارے پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضرِ راہ بناؤ۔ میری سُنّت سے انحراف نہ کرو۔

قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت :

﴿فَـاٰمِـنُـوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَـدُوْنَ﴾ (الاعراف ۱۵۸) پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اُس رسول پر جو نبی اُمی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اُس کی تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ

اب تا قیامت کوئی شخص حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر رب تعالیٰ تک نہیں پہونچ سکتا۔ اب خُدا رسی کا ذریعہ صرف اور صرف حضور ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضور ﷺ ہیں۔۔ اول مومن ہیں۔۔ تم سب اُن کی اتباع بھی کرو اگر تم اُن رسول پر ایمان لا کر اُن کے متبع ہوئے تو امید کرو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے۔

ہمارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی و مطالب کے بیان' اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر و نواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب مکرم ﷺ کو تفویض کیا۔۔ اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر و تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم و خرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشادِ رسالت مآب کے خلاف ہو۔

قرآنی احکام مجمل ہیں' اُن پر عمل کرانے ہی کے لئے تو رب تعالیٰ نے رسولِ اعظم و اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ معلم کتاب' مبیّنِ کتاب بن کر اور حقیقی شارح و مفسر کتاب بن کر تشریف لائے۔۔۔ گویا رب تعالیٰ نے جب قرآن کو بلا واسطہ نازل نہیں فرمایا۔۔۔ بلکہ رسول کے ذریعہ عالَم تک پہنچایا۔۔۔ اسی سے یہ بات متبادر ہے کہ ہر کس و ناکس کو قرآنی آیات کا از خود مطلب متعین کرنے کا بھی حق نہیں۔۔۔ بلکہ ہوا یہ کہ قرآن اتارنے سے پیشتر ایک باوقار' امین و صادق پاکیزہ خصال برگزیدہ رسول کو مبعوث فرمایا گیا

اوراس کی سیرت طیبہ پر کامل اعتبار ووثوق کو بھی دین صادق کی دلیل قرار دیا گیا‘ پھراس باعظمت بزرگ رسول پر قرآن کو نازل کیا گیا اور پھر قرآن کو رسول کی تشریح وتوضیح‘ اور بیان وتفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی ہدایت کی گئی۔ رب تعالیٰ ارشادفرماتا ہے :
﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل ۱۶/۴۴) اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب (قرآن) اتاری‘ کہ تم لوگوں پر واضح کردو‘ جو اُن کی طرف اُترا تا کہ وہ غوروفکر کریں۔

قرآن مجید کو سمجھنے اور آیات واحکام کے مطالب مقرر کرنے کے لئے حدیثِ رسول سے مفرممکن نہیں‘ مثلاً **﴿اقیموا الصلوة وآتو الزکوٰة﴾** (نماز قائم کرواورزکوٰة دو) ہی کو لیجئے۔۔ الصلوٰة کو اگر لغت عرب کے ذریعہ حل کریں گے تو۔۔۔آپ کو ملے گا کہ صلوٰة بمعنی دُعا ۔۔۔صلوٰة صلوین کا مفرد ہے اور یہ پیٹھ کی دو رگوں کو کہتے ہیں۔۔۔صلی اللحم اس وقت کہتے ہیں جب گوشت کو بھونا جائے یا جلانے کے لئے آگ میں ڈالا جائے۔۔۔ اکثر اہل لغت اسے دُعا کے معنیٰ میں لکھتے ہیں۔ **صلیت له**‘۔ میں نے اس کے لئے دُعا کی۔ تاج العروس میں ہے: ’**الصلوٰة عبادة فیها رکوع وسجود وهذه حقیقة شرعیة**‘ یعنی صلوٰة اُس عبادت کا نام ہے جس میں رکوع وسجود ہوتے ہیں اوراس لفظ کا یہ معنیٰ حقیقت شرعیہ ہے۔

گویا تاج العروس کی یہ توضیح صلوٰة کا مدلول خارج میں متعین ہونے کے بعدظہور میں آئی ہے۔ ورنہ لغتِ عرب سے تو صلوٰة بمعنیٰ دُعا سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ پھر بتائیے کیا مسلمانانِ عالم‘ منکرینِ حدیث کے بقول **﴿اقیموٰ الصلوٰة﴾** کا مطلب خودمقرر کریں گے اور جتنے نمازی ہوں گے اتنے ہی قسم کی نمازیں پڑھیں گے یا کیا طریقہ ہوگا؟

لامحالہ نہایت بداہت سے سمجھا جاتا ہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم ربّ کائنات کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔۔۔عربی داں صحابہ کی نگاہِ استفسار کتاب وحکمت سکھانے والے‘ تبیین وتوضیح فرمانے والے‘ اورقوانینِ الٰہیہ کو اسوہ حسنہ کا نورانی جامہ عطا فرمانے والے رسول کی جانب اُٹھی اورآپ نے اپنے عمل وبیان کے ذریعے مکمل نماز جو خُدائے تعالیٰ کو

مقصود تھی ہمیں عطا فرما دی۔۔۔اور ارشاد ہوگیا: **صلوا کما رأیتمونی اُصلی** جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسے تم سب بھی پڑھو۔

اسی طرح حکم زکوٰۃ پرعمل کرنے کے لئے بھی نصاب کا تعین، کس شئے پر زکوٰۃ ہے اور کس شئے پر نہیں۔ ان سب کی تفصیلی تعیین حدیثِ رسول ہی سے ہوتی ہے۔۔۔اسی طرح حج کو لیجئے۔۔۔قرآن مجید کے ذریعہ حج کے مہینوں کا تعین ہوجاتا ہے ۔ عرفات سے لوٹنے کا ذکر مل جاتا ہے۔طواف بیت اللہ کا حکم بھی ہے۔اب دنیا کا کوئی مسلمان حدیثِ رسول سے بے گانہ ہوکر قرآن مجید کی آیۃ کریمہ ﴿**لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا**﴾ (آل عمران ۳/ ۹۷) (اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے) پر کس طرح عمل کرے۔۔؟ **اشھر معلومات** یعنی حج کے مقررہ مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن) میں کون مقرر کرے گا کہ حج کب ہوگا ؟ عرفات میں کب قیام ہوگا ؟ خانۂ کعبہ کا طواف کس طرح کتنی بار ہوگا؟ کہاں سے طواف کی ابتداء کرنی ہے؟ اور دورانِ طواف کیا کرنا ہے؟ قرآن میں احرام کا حکم بھی ہے مگر اس کی کیا صورت ہوگی، کب، کہاں سے باندھا جائے گا۔ اس کی کیا کیا پابندیاں ہوں گی۔۔؟ ان سب کی وضاحت کیسے ہوگی؟ خدانخواستہ منکرینِ حدیث کی اسکیم چل پڑے تو دنیائے اسلام میں مرکزِ توحید میں جمع ہوکر اس عالمگیر اسلامی فریضہ خُداوندی کی ادائیگی کے مقاصد ہی فوت ہوجائیں اور اسلامی حج محض تفریح اور سیر سپاٹے جیسی کوئی چیز بن جائے کہ جو جب چاہے ان مہینوں میں حج کرے ۔ جب چاہے قیامِ عرفات کرے ۔ جیسے چاہے احرام باندھے اور جیسے چاہے طواف کرے۔ اس سے اور سب کچھ تو ہوگا، مگر مقصودِ الٰہ فریضہ حج جو اسلام کا اہم رکن ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ اُس فریضہ حج کی کامل ادائیگی کے لئے لامحالہ رسولِ خُدا ﷺ کی سنتِ مبارکہ، حدیث کی جانب نگاہ اٹھانی پڑے گی پھر سنتِ رسول کے ذریعہ حج کے تمام امور واضح ہو کر سامنے آجائیں گے اور **الدین یسرٌ** کا منظر دنیا کے سامنے آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا**﴾ (النساء/۴۳) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔

تیمّم کے سلسلہ میں طریقہ تیمّم اور صرف وضو کے لئے تیمّم ہے یا غسل کے لئے بھی ؟ قرآن سے اس کی توضیح کہاں ہورہی ہے؟ چنانچہ ایک صحابی کو دورانِ سفر غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہیں تھا تو انھوں نے اپنے پورے جسم پر مٹی سے مسح کرلیا اور خیال کیا کہ یہی طریقہ ہوگا، مگر حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو تیمّم وضو کا ہے وہی غسل کا بھی ہے

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکم ابن ابان نے دریافت کیا کہ ام ولد کا کیا حکم ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ وہ آزاد ہیں۔ انھوں نے اس بارے میں دلیل قرآنی دریافت کی تو حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ: ﴿**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ**﴾ (النساء۴/۵۹) (اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو صاحبِ امر ہے) کی تلاوت کردی۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا**﴾ (چور اور چورنی ان کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو) مگر قرآن مجید نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ کتنا مال یا دولت چوری کرنے پر قطع ید ہے۔۔۔ اور ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے یا دونوں ہاتھ بیک وقت کاٹ لئے جائیں۔۔۔ یا ایک ہی قطع ہوگا تو پہلے کون سا۔۔؟ داہنا یا بایاں۔۔۔؟

اسی طرح قرآن مجید میں ہے ﴿**اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا**﴾ (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور زیادتی کو حرام فرمایا) لغت عرب میں رِبوٰ زیادتی کو کہتے ہیں۔ اب اس کا تعین کیسے ممکن ہے کہ کتنی زیادتی اور کس نوعیت کی زیادتی حرام ہے؟

اب اس کی تشریح وتوضیح مثلاً یہ حدیث پاک: **الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح، مثلا بمثل سواءٌ بسواءٍ يداً بيد والفضل ربوٰ (صحيح مسلم كتاب الربوٰ)** بیع کرو سونے کو سونے کے بدلے میں، چاندی کو چاندی کے عوض، اور گیہوں کو گیہوں کے عوض، جَو کو جَو کے عوض، کھجور کو کھجور کے عوض، اور نمک کو نمک کے بدلے، جنس بجنس برابر برابر دست بہ دست۔ اور زیادتی ربوٰ ہے۔ یہ اور اسی طرح دیگر احادیث پیش نگاہ نہ ہوں تو بیع اور ربوٰ میں تفریق کس ذریعے سے ہوگی؟

بعض احکامِ حدیث قرآن کی طرح واجب العمل ہیں:

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں، جو قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے۔۔۔ مثلاً:

(۱) ’اذان‘ قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں، کہ نماز پنجگانہ کے لئے اذان دی جائے، مگر اذان عہدِ رسالت سے لے کر آج تک شعارِ اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

(۲) نماز جنازہ، قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں، مگر یہ بھی فرض ہے۔ اس کی بنیاد ارشادِ رسول ہی ہے۔

(۳) بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں، مگر تحویلِ قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا۔ یہ بھی صرف ارشادِ رسول ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں، مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشادِ رسول ہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

نبی کا کام کیا ہے : ﴿ **يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ** ﴾ تلاوت آیات الٰہیہ ﴿ **وَيُزَكِّيۡهِمۡ** ﴾ اور اُن کے دل کو ستھرا کرنا ﴿ **وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ** ﴾ کتاب بھی سکھائے اور حکمت بھی سکھائے۔ کتاب تو حضرت جبرئیل لیکر آئے، یہ حکمت کس نے دیا؟ نبی صاحبِ کتاب بھی ہیں اور صاحبِ حکمت بھی ہیں۔ قرآن نبی کو ایک معلم کائنات کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ میرے نبی کو **مؤلفة القلوب** کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

رسول نے علم کس سے حاصل کیا : جو نبی کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور جو دِلوں کی صفائی کرے، کیا اُس نبی کے لئے یہ لفظ زیبا ہوسکتا ہے کہ اُن کو اَن پڑھ کہا جائے؟ بغیر سیکھے کوئی کیسے معلم ہوسکتا ہے؟ یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم میرے

رسول کو اس دُنیا کے مدرسہ اور دارالعلوم میں تلاش کرتے ہو۔ میرے رسول نے کب اس دُنیا میں سیکھا ہے؟ تلاش وہاں کریں جہاں سے یہ آئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

ابن قطّان نے اپنی کتاب ’الاحکام‘ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کیا ہے **قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام** یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب التحیات سے پوچھا یارسول اللہ **بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیّك** (رواہ عبدالرزاق بسندہ) یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات عالمِ امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم وابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش وکرسی سے بھی بہت پہلے ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہو گیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان‘ نہ شمال

نہ جنوب، نہ مشرق نہ مغرب، نہ فرش نہ فرشی، نہ آگ نہ آتشی، نہ باد ہے نہ بادی، نہ آب ہے نہ آبی ۔۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا، ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا، ابھی چاند وسورج کے چراغ نہیں جلائے گئے، ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں ۔۔۔ ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں۔ کچھ نہیں ہے مگر نور محمدی ہے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** ۔ نورِ مصطفٰے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آیا ہے۔ یہ آنے والا عالم لاہوت وعالمِ قدس سے آیا ہے۔ اب یہ جہاں سے آیا ہے وہاں دیکھا جائے کہ وہاں کچھ پڑھا اور سیکھا کہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿**اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ**﴾ (رحمٰن/۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، انھیں **ماکان ومایکون** کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔ ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**﴾ (نسآء/۱۱۳) اور اس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

یہاں کلام کا تیور بتا رہا ہے وہ جس کو سکھایا بلا واسطہ سکھایا اور اب تلاش کرو کہ وہ کون ہے جو بلا واسطہ سیکھ آیا ہے۔ بلا واسطہ سیکھنے کا دعویٰ حضرت جبرئیل بھی نہیں کر سکتے، آپ کیا کریں گے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** سدرہ والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے بلا واسطہ فیض لیا ہے یہ تو وہ ایک ہی ہے جو کہہ سکتا ہے **اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِيْ** اور میں اللہ سے بلا واسطہ لے رہا ہوں اور مخلوق میرے واسطے سے لے رہی ہے۔ ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**﴾ اللہ نے آپ کو سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

﴿**وَسَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی**﴾ ہم تم کو پڑھائیں گے اور پھر فراموش نہ کرسکو گے (بُھول نہ پاؤ گے) اللہ تعالیٰ نے قرأت (پڑھانے) اور علم دینے کی نسبت اپنی طرف کر دی۔ اب اگر علم دینے کی نسبت کہیں حضرت جبرئیل کی طرف ہو، کہیں کسی فرشتہ کی طرف ہو تو یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ فرشتہ میرے نبی کا اُستاذ ہے......فرشتہ کی طرف جو تعلیم کی نسبت ہے وہ تبلیغ کے معنٰی میں ہے۔ اللہ سیکھا رہا ہے فرشتہ پہونچا رہا ہے۔ سیکھانے والے اور سیکھنے والے کو دیکھو......میرا خدا ساری کائنات کا علم میرے رسول کو دے سکتا ہے کہ نہیں؟ اُس کو قدرت ہے کہ نہیں؟ میرا رسول سب کچھ سیکھنے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟ اُدھر خدا، اِدھر رسول۔ اُس نے دیا، اِس نے لیا...... بیچ والے تڑپا کریں اور علمِ مصطفٰے ﷺ پر اعتراض کرتے رہیں، کچھ نہیں ہوتا **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔**

☆☆☆☆☆☆

﴿**وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ**﴾ (نحل/ ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور جب وہ کتاب ہی رسول پر نازل کر دی گئی اور کتاب کے سارے علوم و اسرار رسول کو عطا کر دئے گئے تو اب کون سی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دائرہ علم و ادراک سے باہر رہ گئی ہو) صاحب لولاک سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

☆ **انما انا قاسم والله يعطی** (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔ (حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿**اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ**﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

علمِ مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کرنے والوں کا مزاج بھی بڑا عجیب ہے۔ جس رسول نے ساری کائنات کو علم دیا اُس کے علم میں شک ہو رہا ہے اور اُس رسول کے علم کو کم دِکھانے کے لئے علم کا بڑا زور دار استعمال ہو رہا ہے ﴿ **هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا** ﴾ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اُمیین میں مبعوث فرمایا۔ اب رسول کا کیا کام ہے ﴿ **یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ** ﴾ تلاوت قرآن ﴿ **وَیُزَكِّیْهِمْ** ﴾ تزکیہ نفوس (اُن کے دِلوں کو پاک کرنا) ﴿ **وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** ﴾ تعلیم کتاب اور حکمت …… یہ ہے اللہ کے رسول کی ذمہ داری۔

رسول کا مشن : میرا رسول جو مشن لیکر آیا ہے اُس پر چلنا تلوار سے زیادہ تیز ہے اور بال سے زیادہ باریک راستہ پر چلنا ہے۔ دیکھو پُل صراط تلوار سے بھی زیادہ تیز بال سے زیادہ بارک ہے اُس پر سے کوئی بجلی کی طرح گذر جائے گا' کوئی گھوڑے کی طرح گذر جائیگا' کوئی آدمی کی رفتار سے چلے گا' کوئی گِرتا ہوا چلے گا۔ اِس دُنیا کا پُل صراط کا نام ہے صراطِ مستقیم' جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے یہاں کے پُل صراط پر جس تیزی سے گذرے گا اور اگر یہاں گِرتے پڑتے چلیں گے تو وہاں بھی گِرتے پڑتے چلیں گے۔ قدرت نے یہاں بھی پُل صراط قائم کر دی ہے تاکہ مشق و تمرین کی منزلیں یہیں ختم ہو جائیں۔ پُل صراط کو یوں سمجھو کہ ایک طرف ہمارا دِل ہے' ہمارے دل کی خواہشیں ہیں' ہمارے دل کی آرزوئیں ہیں' ہماری تمنائیں ہیں' دُنیا کے چیزوں سے محبت ہے' دُنیاوی رشتے ہیں ……ایک طرف یہ ہے۔ دوسری طرف حق ہے' خدا کا دین ہے اور خدائی احکامات ہیں' قرآن ہے' سنت ہے۔ دونوں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ دُنیاوی رشتے یہ کہہ رہے ہیں کہ دُنیا کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے چاہے دین چھوٹ جائے' دنیاوی تعلقات اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور لوگ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ دُنیاوی رشتے ایک طرف کھینچ رہے ہیں

اور خدا کا حکم ایک طرف بُلا رہا ہے اِدھر سے بھی کھنچاؤ ہے اُدھر سے بھی کھنچاؤ ہے۔ اب کوئی توازن کے ساتھ شاہراہِ اعتدال کے ساتھ گذر جائے یقیناً وہ کامیاب ہو گیا......نہ اپنے جذبات کو مُردہ ہونے دیا نہ احکام خداوندی کو مجروح ہونے دیا۔ بہت ہی نازک معاملہ ہے اور ایسے نازک معاملہ سے گذر جانا تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ جب اللہ کے رسول یہاں آئے تھے اُن کا بھی راستہ یہاں بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز تھا۔ رسول یہاں کوئی حکومت قائم کرنے نہیں آئے تھے، اسٹیٹ بنانے نہیں آئے تھے، طاقت اور فوج کے ذریعہ زمینوں پر قبضہ کرنے نہیں آئے تھے۔ بعض کم فہموں اور نادانوں (بانیِ جماعت اسلامی مودودی صاحب) نے یہی سمجھ لیا اور اسلام کے عسکری نظام کو ایسا لازم اور ضروری قرار دیا کہ اُس کے بغیر اسلام ہی مکمل نظر نہ آیا۔ اللہ کے رسول آئے تھے بُرائی مٹانے ......اگر بُرائی ایک فرد میں ہو تو رسول کا مقابلہ اُس ایک فرد سے، بُرائی اگر گھر میں ہے تو رسول کا اصلاحی دائرہ اُس گھر تک پہونچا۔ بُرائی اگر شہر میں ہوگی تو رسول کا اصلاحی دائرہ اُس شہر تک، بُرائی اگر مُلک میں ہوگی تو رسول کا مقابلہ اُس ملک سے......رسول بُرائی مٹانے کے لئے آئے تھے۔ رسول، دشمنوں کے دشمن نہیں تھے۔ رسول، کافر و مشرک کے دشمن نہیں تھے۔ رسول، منافقوں کے دشمن نہ تھے۔ رسول، کفر و شرک اور نفاق کے دشمن تھے۔ بات یہ ہے کہ بُرے سے محبت کرتے تھے، بُرائی سے عداوت رکھتے تھے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** یہ بہت زیادہ مشکل راستہ ہے۔ رسول کی یہ ذمہ داری کہ بُروں سے محبت کرو، بُرائی سے نفرت کرو۔ یہ کہنا بہت آسان ہے مگر یہ سب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔ رسول یہی مزاج دے رہے تھے کہ مرض اور ہے مریض اور ہے۔ حکیم، مرض کا دشمن ہوتا ہے مریض کا دشمن نہیں ہوتا۔ اگر کوئی حکیم صاحب، مریض ہی کے دشمن ہو جائے تو آبادی

برباد ہو جائے اور قبرستان آباد ہو جائے گا۔ حکیم مرض کے اُوپر شدید ہوتا ہے اور اتنا سخت کہ رعایت کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک صاحب کو ناسور ہو گیا بہت تکلیف و بے چینی ہے اُس کے دوست و رشتہ دار اُس کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کو چاہیے تھا کہ اُس کے ساتھ رحم دِلی کرے لیکن ڈاکٹر نشتر نکال رہا ہے۔ مریض جب نشتر دیکھا تو گالیاں دینی شروع کر دیں، مریض چیخ رہا ہے کہ ڈاکٹر ظالم ہے لیکن ڈاکٹر خاموش مسکرا رہا ہے۔ مریض کے چاہنے والے دوست بھائی وغیرہ مریض کو پکڑے ہوئے ہیں۔ مریض اب سب کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے ڈاکٹر کاٹنے میں لگا ہوا ہے مریض کی بولی کو نہیں سُن رہا ہے اسکے مرض کو دیکھ رہا ہے ناسور کے فاسد مادّے اُس کے اندر ہیں اس لئے وہ چیخ رہا ہے جب مریض کے فاسد مادّے نکل گئے تب ڈاکٹر سے لوگوں نے کہا مریض بہت گالیاں دے رہا تھا...... ڈاکٹر نے کہا، مریض تھوڑے ہی گالی دے رہا تھا وہ مرض ہی کچھ ایسا تھا، میں تو مرض کا دشمن ہوں۔ دوسرے دن مریض چلتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے معاف کر دیجئے بہت بُرے الفاظ نکل گئے، میں بہت تکلیف ومصیبت میں تھا...... ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے تمھیں پہلے ہی معاف کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ مریض نہیں بول رہا ہے مرض بول رہا ہے۔ ایسا ہی اب اگر تم سے کوئی یہ شکایت کرے کہ علمائے اہل سنت بڑا نشتر لگاتے ہیں، بڑے فاسد مادّے نکالتے ہیں تو جب سمجھ لینا کہ مریض نہیں بول رہا ہے مرض بول رہا ہے **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** جب اُس مریض کے فاسد مادّے نکل جائیں گے یہی بعد میں آ کر شکریہ ادا کرے گا کہ مولانا نے بہت اچھا کیا جو یہ سمجھا دیا ورنہ میں تو سمجھا ہی نہ تھا۔۔ کچھ بات آپ کے خلاف نکل گئی ہے معاف کیجئے گا **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

میرے رسول نے بتا دیا کہ بُروں سے محبت کرو' بُرائی سے نفرت کرو اور جس کو جس سے نفرت ہو اُس کا رویہ الگ ہے۔ تمثیل عرض کروں ایک صاحب کو ساٹھ سال تک نماز پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ ساٹھ سال کے بعد سوچا کہ مرنے کا وقت قریب ہے (تبلیغی جماعت میں شامل ہو جائیں) نماز شروع کر دی اور موٹی موٹی تسبیح بنا لی۔ اب اُن پر تقویٰ کا لقوہ ایسا پڑا کہ ہر بے نمازی سے نفرت کرنے لگے جس کو بے نمازی دیکھا اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا' حضرت جی کو اپنی پچھلی زندگی یاد نہ رہی' اس کو ہر بے نمازی سے عداوت ہوگئی۔ کیا ایسا انسان کوئی تبلیغ و ہدایت کر سکتا ہے؟ چاہیے تو یہ تھا کہ کسی بے نمازی کو دیکھتے تو اُس سے نرمی سے بات کرتے' اُس سے خوش اخلاقی سے پیش آتے' اُس کے کام آتے اور کام آنے کے بعد درمیان میں اُس کے بےعمل کی شکایت کر دیتے کہ یہ تم میں خرابی ہے ایسا کرتے تو وہ سمجھتا......مگر جب اُس کو کسی نے دیکھا تو بھاگنا شروع کیا' قریب آنے کو کوئی تیار نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ محبت سے پیش آتے اور بتا دیتے کہ ہمیں تم سے ہمدردی ہے تمہاری ذات سے ہمدردی ہے ہم تو تمہاری بُرائی سے نفرت کرنے والے ہیں۔ رسول کے گھرانے (اہلبیتِ رسول) کا مزاج دیکھو کہ وہ بُرے کے دشمن نہیں تھے بُرائی کے دشمن تھے......اسلام اس طریقہ کی تبلیغ سے پھیلا۔ مشہور واقعہ ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ دشمن سے ہوا تو انھوں نے دشمن کو زیر کر دیا' دشمن نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے دشمن کی گردن پر تلوار چلانا آسان تھا لیکن آپ نے فوراً تلوار دشمن کی گردن سے ہٹا لیا ...... ہٹانا آسان نہ تھا۔ کوئی دشمن کے سینہ پر سوار ہو کر اُٹھتا ہے؟ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنو میرا تمہارا مقابلہ تو خدا کے لئے تھا۔ میں جب سینے پر سوار ہوا تو خدا کے لئے تھا' گردن پر خنجر لگایا وہ بھی خدا کے لئے تھا مگر جب تم نے میرے چہرہ پر

تھوک دیا تو نفس کا غصہ بھی شاملِ حال ہوگیا...... غیرتِ ایمانی نے گوارہ نہ کیا' آپ اُٹھ گئے۔ اُس دشمن نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا اخلاص اور للّٰہیت دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھ لیا **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله** اب آپ کہو کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خنجر چلاتے تو کافر کٹ جاتا' ہٹا لیا تو کفر کٹ گیا' وہ کافر کے دشمن نہیں بلکہ کفر کے دشمن ہیں **اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

سیرتِ رسول کے اس واقعہ کو بھی سامنے رکھو کہ رسول اللہ ﷺ جب راستے سے گذرتے تو ایک عورت کوڑا کچرا آپ پر ڈال دیتی تھی......رسول گذرتے رہے' دیکھو کہ آپ کا کردار کیسا ہے۔ ہم ہوتے تو سوچتے کہ اس راستہ پر کوڑا ڈالا جاتا ہے دوسرے راستہ سے گذر جاؤ۔ رسول نے نہ سمت بدلی' نہ راستہ بدلا' نہ رفتار کو بدلا' اسی راستے سے جارہے ہیں' اسی سمت سے جارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دُنیا کا انداز اور ہے نبی کا انداز اور ہے۔ دُنیا کا انسان ہوتا راستہ بدل دیتا' دُنیا کا لیڈر ہوتا سمت بدل دیتا مگر نبی اپنا راستہ بدلنے نہیں آتا' نبی اپنا سمت بدلنے نہیں آتا ہے نبی دوسروں کا راستہ بدلتا ہے نبی دوسروں کے سمت بدل دیتا ہے نبی دوسروں کی رفتار بدلتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ایسا وقت آیا جب نبی پر کوڑا کچرا نہیں پڑتا تو نبی نے سوچا ذرا مزاج پُرسی کرو آج اُس کی طبیعت عجیب نظر آرہی ہے۔ دیکھو ایک تو عورت وہ بھی بوڑھیا اور وہ بھی جاہل۔ ہم کہتے ہیں کہ بوڑھی جاہل عورتوں کو سمجھانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر نبی نے یہ کہدیا کہ بوڑھی عورت کو سمجھانا میرے بس کی بات نہیں تو دوسرے نبی کی ضرورت ہوجائیگی کہ وہ آکر بوڑھی عورتوں کو بھی سمجھائیں **اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه** ساری دُنیا تو یہ کہہ سکتی ہے مگر وہ نبی جو آخری نبی ہیں وہ یہ نہیں کہیں گے۔

رسول کی بے پناہ تبلیغی صلاحیت کے پیش نظر اُن کو آخری نبی بنایا گیا ہے۔ رسول کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہر ایک کو سمجھا سکتے ہیں رُوح والا ہو اُسے بھی سمجھا سکتے ہیں بے رُوح ہو اُسے بھی سمجھا سکتے ہیں، جان والا ہو اُسے بھی سمجھا دینگے، بے جان ہو اُسے بھی سمجھا دینگے، ذرّوں کو سمجھا دینگے، ستاروں کو سمجھا دیں گے...... یہ اور بات ہے کہ سمجھ کر بھی کوئی نہ مانے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** مگر نبی تو سمجھا کر رہیں گے۔ جب نبی، بوڑھی عورت کی مزاج پُرسی کے لئے گئے تو وہ آپ کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر کہا **اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسوله** نبی نے اپنا راستہ نہ بدلا، عورت کو اپنا راستہ بدل دینا پڑا، عورت کو اپنا کردار بدلنا پڑا، عورت کو اپنی رفتار بدلنی پڑی...... یہ عورت ایمان اس لئے لائی کہ رسول کو بُرائی سے نفرت تھی بُرے سے نفرت نہ تھی۔ اگر بُرے سے دشمنی ہوتی تو رسول عیادت کے لئے جاتے ہی نہ تھے مگر بُرے سے محبت تھی بُرائی سے دشمنی تھی۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے عداوت سے بیعت توڑ دی اور بہت دور چلا گیا تو آپ نے ایک شعر کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں مگر یہ میرا قاتل ہے۔ بُرے سے محبت ہے بُرائی سے دشمنی ہے تو کسی نے کہا کہ جب ایسی بات ہے تو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے، موقع ہے قتل کر دیں......مگر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی بُرائی ظاہر نہیں ہوئی ہے پہلے کیسے سزا دی جائے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت سے یہی سبق ملا تھا کہ بُرے سے نفرت نہ کرو بُرائی سے نفرت کرو۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور گالیاں دینا شروع کر دیا، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خاموش سُن رہے تھے۔ اس نے گالیاں دے کر پورے الفاظ ختم کر دیئے مگر امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُس کی ضروریات پر اپنا ذہن جما دیا، جتنی ممکن ضروریات ہو سب کے نام لے لو، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی تو مسافر نظر آ رہا ہے تجھے سواری کی ضرورت ہو تو میں پیش کر دوں تجھے اور کچھ حاجت ہو تو انتظام کر دوں اگر تو مال

واسباب چاہے تو بتلادے۔ جب یہ جملے امام حسن رضی اللہ عنہ سے اُس نے سنا تو کہا اے امام حسن رضی اللہ عنہ جس وقت پہلے میں نے آپ کو دیکھا تھا مجھ سے بڑھ کر آپ کا دشمن کوئی نہ تھا مگر اب آج مجھ کو آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ بُرے سے محبت ہے بُرائی سے نفرت ہے یہ بُرائیوں کو نکالنا چاہتے ہیں بُروں کو ختم کرنا نہیں چاہتے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار بھی ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں طرف سے صفیں تیار ہوگئی ہیں اب جنگ کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ حضرت حُر خود سوچتے ہیں کہ میں نے ہی تو گھیر کر لایا اور یہاں تک پہونچایا۔ میں نے بڑی غلطی کی مجھے یہ خبر نہ تھی کہ بات یہاں تک پہونچے گی۔ معلوم نہیں کہ امام ہمیں معاف کریں یا نہ کریں۔ دل میں خیال آیا کہ چلو بارگاہِ امام میں حاضری دیں۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ پہونچے ہیں اور پہونچ کر پچھلے واقعات کو دُہراتے ہیں کہ حضرت میں وہی حُر ہوں جس سے کچھ ایسی گستاخی اور نادانی ہوئی۔ کیا آپ کے دامن میں کوئی گنجائش ہے؟ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا آستانہ ناامیدی کا آستانہ نہیں ہے ہزار بار تو نے اگر توبہ توڑی ہے اب بھی آجا توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ تم نے بڑا بُرا کام کیا تم نے یہاں لاکر جنجال میں پھنسا دیا۔ جب حُر نے کہا کہ ہمارے لئے کچھ گنجائش ہے تو کہا اے حُر تیری ماں نے تیرا کتنا اچھا نام رکھا' تو یہاں بھی حُر (آزاد) ہے اور آخرت میں بھی آزاد ہے۔ یہ انتہا ہے کہ وہ اپنے مجرم کو مجرم کہنا بھی پسند نہیں کرتے' گنہگار کو گنہگار بھی کہنا پسند کرتے' وہ گنہگار بن کر آیا ہے یہ آزاد بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اہلبیتِ رسول نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ بُرے کے دشمن نہیں ہیں بُرائی کے دشمن ہیں۔

☆ ☆☆ سادات کرام کی عظمتوں سے الجھنے اور محاذ آرائی کرنے والو! تم کس زعم میں ہو' اپنی حقیقت کو پہچانو اور اپنے ایمان کو بچالو......اب بھی توبہ کرکے آجاؤ' دروازہ کھلا ہوا ہے دامن میں بڑی گنجائش ہے۔ اس مقدس گھرانے کے علماء' صاحب فضل وکمال روحانیت کی بلندیوں پر فائز نفوس کی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا جبکہ بچہ بچہ ان کیفیات وخصوصیات کا حامل ہے......امام اہلسنت علیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا   تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا ☆☆☆

﴿ **هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا** ﴾ اُس وقت کے حالات کا جائزہ لینے سے رسول کی بے پناہ تبلیغی صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ اللہ کا رسول صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ ساری کائنات کے لئے اس وقت آیا تھا جب انسان خودفراموش بھی تھا اور خدا فراموش بھی تھا۔ نہ خدا ہی یاد تھا نہ یہ اپنی حقیقت کو سمجھتا تھا۔ یہ انسان کو اپنے سَر کی قیمت بھی معلوم نہ تھی۔ جانوروں کے آگے جھکاتا، پتھروں کے آگے جھکاتا۔ خود اپنے ہی لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں دوسروں کو قتل کررہا ہوں۔ اُس کے جوشِ انتقام کا یہ حال تھا کہ اُس کو دشمن کو قتل کرنے پر بھی تسکین نہیں ہوتی تھی بلکہ اُس کا خون بھی پیتا تھا، کلیجہ کو الگ کرکے چباتا تھا۔ دل، کان اور ناک کو کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بناتا تھا۔ لوگ اُس کی تعریف کرتے تھے بہادری کا کام سمجھتا تھا کہ فلاں نے اتنے کلیجہ کا ہار پہنا......ایسے حالات میں ایسے درندہ خصلتوں کو انسان بنا دینا یہ میرے رسول کی صلاحیتِ تبلیغ کی بات ہے۔ یہ میرے رسول کا کردار تھا، یہ میرے رسول کا کمال تھا ایسے انسانوں کو انسان بنا دیا جو انسان اپنے کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ خدا کو پہچاننے لگا، صرف خدا کو پہچاننے نہیں لگا بلکہ وہ خدا کی پہچان کرانے لگا وہ اس صدق وصفا کے آسمان پر صدیق اکبر بن کر چمکا، وہ اس فرق انسانی میں فاروق اعظم بن کر چمکا۔ دیکھو کیا کیا ہوکر روشن ہوئے، کیا کیا ہوکر چمکے، ساری دَرندگی ختم ہوگئی۔ اب اگر انسانیت کے جوہر اور انسانیت کا کمال دیکھنا ہو تو اُن کو دیکھو۔ یہاں سونچنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک بات آسان تھی مگر آسان بات کو نہیں اپنایا......اور جو بات مشکل تھی اُس کو اپنا لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے آسان بات یہ تھی کہ عرب کی قومیت کو بیدار کریں، قومیت اور وطنیت کی بنیاد پر پروگرام بنائیں۔ قومیت اور وطنیت کی بنیاد پر اگر رسول پروگرام بناتے تو عرب اُن کا دشمن نہ ہوتا۔۔ ایران اور روم کی حکومتوں کی مثال دیکر ایک عرب حکومت کا پلان بناتے۔

یہ ابوجہل، ابولہب دشمن نہ ہوتے۔ تمہارے سامنے تاریخ کا وہ ورق موجود ہے جبکہ کفارِ مکہ نے آ کر یہ پیش کشی کی تھی کہ اگر یہ سرداری چاہتے ہیں تو سردار بنا دیں اگر یہ دولت چاہتے ہیں تو دولت مند بنا دیں اگر یہ حُسن و جمال کے خواہاں ہیں تو عرب کا منتخبہ حُسن و جمال پیروں پر لا کر رکھ دیں......مگر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اگر ایک ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں اور دوسرے ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دیں پھر بھی ہم اپنے مشن سے باز نہیں آ سکتے، انہوں نے قومیت عربیہ کی بات نہیں کی۔ رسول نے یہ تصور دے دیا کہ پہلے مذہب ہے پھر قوم ہے پہلے دین ہے پھر وطن ہے۔ اب اگر کوئی تصور یہ رکھے کہ پہلے قوم ہے پھر اسلام ہے پہلے وطن ہے پھر اسلام ہے یہ اس تصور کے خلاف تصور پیش کر رہا ہے جو اللہ کے رسول نے پیش کیا تھا۔ اللہ کے رسول نے قومیت عربیہ کا نام نہیں لیا، اللہ کے رسول نے قوم اور اپنے قبیلہ کا خیال نہیں کیا، اللہ کے رسول نے یہ آ کر نہیں کہا کہ میں اپنے وطن کے لئے پیام لے کر آیا ہوں......نہیں نہیں......میں سارے انسانوں کے لئے پیام لے کر آیا ہوں سارے انسانوں کی فلاح و بہبود کی بات کر رہا ہوں **لافضل لعربی علے العجم ولالعجم علی العربی** عربی کو نہ عجمی پر کوئی فضیلت ہے نہ کوئی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ سب کو برابر سمجھتا ہوں چاہے وہ قریشی ہو یا غیر قریشی ہو، چاہے ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی ہو، میں سارے انسانوں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہوں اور سب کی فلاح و بہبودی کا پیام لیکر آیا ہوں۔ یہ ایک ایسا پیام تھا جس سے قریش نے اپنی ذلت محسوس کی، یہ ایسا پیام تھا جس سے عرب نے اپنی رسوائی محسوس کی مگر اللہ کے رسول نے آسانی سے توڑ دیا کیونکہ وہ آپ کا مقصد نہ تھا۔۔ دشوار راستہ کو اختیار کرلیا کیونکہ وہی مقصدِ نبوت تھا **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

قومیت اور وطنیت کی نبیاد پر جو حکومت بنائی جاتی ہے اُس میں دونوں راستے جائز

قوم اور وطن کا نقصان نہ ہو جائے، صحیح راستہ ہو چاہے غلط راستہ ہو، اچھا راستہ بھی جائز بُرا راستہ بھی جائز...... مگر جو حکومت انسانیت کی نبیاد پر بنائی جائے وہاں پر کوئی راستہ کا سوال ہی نہیں۔ رسول کی ذمہ داری یہی تھی کہ سارے انسانوں کو فلاح و بہبود کا پیغام دو۔ پیغام کسی قوم اور زمانہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ قومیت وطنیت کی بنیاد پر جو حکومت ہوتی ہے اُس پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ بُرائی کو مٹائیں تو بُرائی نہ کریں، بعض لوگ بُرائی کو مٹانے کے لئے بُرائی کرتے ہیں۔ کفر و شرک بہت بڑی بُرائی ہے اس بُرائی کو مٹانے، کافروں اور مشرکوں کو بلانے کے لئے ایسا نہیں ہوسکتا کہ کچھ تفریحی پروگرام کر دیں، اسلام کے تعارف کے لئے اسٹیج پر کوئی فلم چالو کر دیں، اسٹیج پر ناچ گانے کا پروگرام رکھا جائے اور اسی اسٹیج پر عورتوں کے گانے بجانے شروع کر دیئے جائیں اور اسی میں حمد و نعت ہو اور ہم خوش ہو رہے ہیں کہ اسلام کو لوگ پہچان رہے ہیں۔ اس طریقہ سے اسلام کا تعارف ہو تو اسلام رسوا ہوگا اور اسلام کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسلام کا تعارف اس طریقہ سے ہو کہ لوگ رسول کے لائے ہوئے اسلام کو پہچانیں جس میں گانے بجانے کھیل تماشے اور تفریحی پروگرامس کی کوئی گنجائش نہیں۔ رسول جانتے تھے کہ قومیت کی نبیاد پر جو پروگرام بنتا ہے اس میں کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی، وہ بُرائی کو مٹاتے بھی ہیں اور بُرائی کو اپناتے بھی ہیں۔ رسول نے بہت پیارا انداز اختیار کیا۔ رسول کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ بُروں سے محبت کرو اور بُرائی سے نفرت کرو۔ دیکھو مریضوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک مریض وہ ہوتا ہے جس کا مرض دُور تک پہونچتا ہے متعدی ہوتا ہے اس کو پرائیوٹ وارڈ میں رکھتے ہیں، دوسرے مریضوں کے پاس نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ جذامی کے کمرہ میں نہ جانا، دیکھو وہ دِق والا ہے وہاں نہ جانا، دیکھو وہ طاعون والا ہے نہ جانا...... یہ جو کہتے ہیں وہاں نہ جاؤ کیا مطلب ہے؟ کیا سب مریضوں سے نفرت ہے؟ نفرت نہیں ہے نفرت تو مرض سے ہے اس لئے یہ مرض اپنا

مرض دوسروں کو لگا نہ دے اس لئے پرہیز بتلایا جارہا ہے …… پرہیز اور ہے نفرت اور ہے۔ اس لئے اسلام نے نفرت نہیں سکھایا، پرہیز سکھایا ہے۔ دیکھو بے دینوں کے پاس مت بیٹھو، بے دینوں کی کتابیں نہ پڑھو، بدمذہبوں کے جلسوں میں مت جاؤ۔ کیا یہ نفرت ہے؟ نفرت نہیں ہے یہ تو پرہیز ہے؟ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اگر کوئی اپنی بے دینی کو بزورِ طاقت منوانا چاہے تو اُس وقت رسول بھی مجبور ہوگئے کہ تلوار اُٹھائیں، اپنی خرابی اپنی حد تک محدود رکھو اور اُس کے پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ ہم کو تم سے کوئی اختلاف نہیں، تمہاری بُرائی سے نفرت کریں گے۔ اگر تم نے بزورِ طاقت اپنی بُرائی پھیلانا چاہا، اگر تم نے پریس کے زور سے بُرائی پھیلانا چاہا، اگر تم نے اسٹیج سجا کر اپنی بُرائی پھیلانا چاہا، اگر تم نے لٹریچر لکھ کر اپنی بُرائی پھیلانا چاہا تو اب ہم خاموش نہ ہونگے۔ اب ہمارے ہاتھ میں بھی قلم ہوگا اب ہمارے ہاتھ میں بھی تلوار ہوگی اور ہماری زبان بھی گویا ہوگی۔ بُرائی حد تک رکھو گے تو ہم بھی کچھ نہ کہیں گے مگر پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ جو بُرائی کو پھیلانے کی کوشش کیا تو اللہ کے رسول نے اُس کے مقابل ضرورۃ تلوار استعمال فرمائی ورنہ اللہ کے رسول انسانوں کے درمیان تلوار اُٹھانا پسند نہ فرماتے تھے مگر ایسے بُروں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانی ہی پڑی جو بزورِ طاقت اپنی بُرائی کو منوانا چاہتے تھے۔ اسلام کی لڑائی میں بھی بُرائی کو کسی حال جائز نہ رکھا، لڑائی میں بھی شرافتِ نفسی کا مظاہرہ کرو۔ غزوۂ خندق کا معاملہ ہے ایک طرف عمرو بن عبدو تلوار ہاتھ میں لیکر تیار ہے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اُس کے مقابلے کے لئے گئے تو تلوار نیام کے اندر رکھے ہیں یہ ہے مسلمان کا کردار…… اُس نے کہا! اے علی تم میرے سامنے سے چلے جاؤ، تمہارے والد ابو طالب سے میری دوستی تھی میں اپنے ہاتھ سے تمہارے کو قتل کرنا نہیں چاہتا، سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کہا کفر اور

ایمان میں کوئی رشتہ نہیں ہوا کرتا، اگر تم میری بات نہ مانو گے تو میں تم سے ضرور لڑوں گا۔ اُس نے کہا کہ اچھا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ آپ نے کہا، میں نے یہ سُنا ہے کہ تم سے کوئی تین بات کہتا ہے تو تم ضرور مان لیتے ہو، اُس نے کہا کہ یہ تو اعلان ہے پہلی بات تو یہ ہیکہ تم مسلمان ہو جاؤ، دیکھو کیا انداز ہے بُرے کے دشمن نہیں بلکہ بُرائی کے دشمن ہیں۔ ۔ اُس نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا، دوسری بات یہ کہ میں تم سے نہیں لڑ رہا تھا تم اپنے کفر کو اپنی حد تک رکھو، طاقت کے زور سے پھیلانے کی کوشش نہ کرو چلے جاؤ، ہم تمہارا پیچھا نہ کریں گے۔ اُس نے کہا کہ یہ بھی نہ ہوگا۔ اب مجبوری آ گئی اب تک تو تلوار نیام میں رکھی تھی اب نکالنا پڑا، نہ تم بُرائی کو ختم کرنا چاہتے ہو، نہ بُرائی کو اپنی حد تک محدود رکھنا چاہتے ہو۔ اب تیسری صورت یہ ہیکہ تمہیں بُرائی پھیلانے نہ دینگے...... مقابلہ ہوا، گردن کاٹ دی اور رسول کے قدموں پر سر کو لا کر ڈال دیا مگر نہ زرہ اُتاری، نہ تلوار لی، نہ مثلہ کیا، نہ اسکا کلیجہ نکالا، لاش ویسے ہی پڑی ہوئی ہے۔ دیکھا آپ نے کہ لڑائی میں بُرائی جائز نہیں ...... مقصد جو تھا حاصل ہو گیا، آگے درندگی والی بات نہ ہونے پائے، آگے ہزیمت والا انداز نہ ہونا چاہیے۔ عمرو کی بہن نے لاش کو آ کر دیکھا کہ قاتل نے زرہ بھی نہیں لی اور تلوار بھی نہیں لی تو اُس نے اپنے بھائی کی لاش کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بھائی میں نے جب تیرے قتل کی کیفیت سُنی تو میں نے سونچا تھا کہ میں تیری لاش پر اپنی آنکھوں کا آخری قطرہ بھی نچھاور کر دوں گی اتنا روؤوں گی کہ میری آنکھ میں ایک قطرہ بھی نہ رہ جائے۔ اب تجھے دیکھ کر مجھے اطمینان ہو گیا اور میں اب تجھ پر رو نہیں سکتی اس لئے کہ تیرا جو قاتل ہے وہ نہایت شریف انسان معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت ہیکہ جب تم فاتح ہو جاؤ تو گھر نہ جاؤ، کھیتوں کو برباد نہ کرو، بوڑھوں پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ، بچوں کو کچھ نہ کہو، عورتوں کو نہ چھیڑو...... یہ سب اس لئے کہ لڑائی میں بھی بُرائی جائز نہیں۔

تجارت میں بھی بُرائی جائز نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تجارت ہے اس میں سب چلتا ہے سود بھی چلتا ہے جھوٹا کھاتہ بھی چلتا ہے اصلی مال چلتا ہے نقلی مال چلتا ہے۔ مگر اللہ کے رسول نے تجارت کرکے بتلا دیا کہ تجارت میں بھی بُرائی نہیں۔ اسلام رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتا، جو بھی مجرم ہوگا اُسے سزا دی جائیگی......سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ درخواست دیتے ہیں کہ جو مجھے بیت المال سے ملتا ہے وہ کافی نہیں، کچھ بڑھا دیجئے۔ جب حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بڑا اصرار کررہے تھے تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ نے انھیں بلوایا اور ایک لوہے کی سلاخ گرم کرنے کا حکم دیا اور وہ گرم جلتا ہوا لوہا ہاتھ لیکر انکے ہاتھ میں دینا چاہا، حضرت عقیل نے کہا یہ کیسے بھائی ہیں بھائی کو جلاتے ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں بیت المال سے زیادہ تمہیں دیدوں تو جہنم کی آگ مجھ کو جلائے گی تم کیسے بھائی ہو جو بھائی کو جہنم میں جلاتے ہو، تمہیں بھی بُرائی جائز نہیں۔ حضور ﷺ کی یہی تعلیم تھی

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں   خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے   جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن
وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پکارے   تم ہمارے ہم تمہارے
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ)